کتب خانہ ہمایوں شریف ۔ سندھ

عبدالقدوس ہاشمی

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں نے اگرچہ اس سے پہلے ہی متعدد مقامات پہ قدم رکھ دیئے تھے، بلکہ چھوٹی چھوٹی مسلمان آبادیاں بھی پیدا ہوچکی تھیں مگر جس جگہ کا نظم و نسق مسلمانوں نے خود سنبھالا وہ پہلی سرزمین سندھ کی تھی جہاں مسلمان ۹۲ ہجری میں آکر بسے اور یہاں مسلمانوں کے قدم میمنت لزوم سے توحید کا نور اور علم کی روشنی پھیلی۔ امیرالمؤمنین ولید بن عبدالملک کا عہد خلافت مسلمانوں کے عہد کشور کشائی کا سب سے بہتر دَور تھا۔ اور عہد تمدن آفرینی کی ابتدا بھی اسی دَور سے ہوئی۔

اس کے بعد اگرچہ مختلف سیاسی دَور آئے اور سندھ نے امن اور بدامنی کے مختلف تماشے دیکھے لیکن یہاں کے طالبانِ علم اور شائقین معارف نے ملکی حالات کی خوشگواری و ناخوش گواری سے بے پروا ہوکر ہمیشہ علم و دین کی شمع کو روشن و فروزاں رکھا۔ سلطنتیں بنتی اور بگڑتی رہیں، حاکم آتے اور جاتے رہے، سودائے ملک گیری اور ہوائے حکمرانی نے بُرے حالات بھی پیدا کئے اور اچھے خوش حال دَور بھی آئے، لیکن کبھی کسی زمانہ میں شائقین علم اور عاشقانِ دین سے یہ سرزمین خالی نہ ہوئی۔

ہمیں دوسری صدی ہجری کی ابتداء ہی سے سندھی علماء، رواۃ حدیث اور عربی شعراء کے نام تاریخی روایات اور کتب علم الرجال میں ملتے ہیں۔ ابونجیح، ابومعشر اور ابوالعطاء جیسے اہل علم و ادب کے ذکر سے کتب رجال اور طبقات الشعراء خالی نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ ایک زمانہ وہ بھی آیا جب کہ ایک شہر ٹھٹھہ میں سات سو مسند نشینانِ فقہ درس و تدریس اور قضا و افتاء میں مشغول نظر آتے ہیں۔

متاخرین میں الشیخ ابوالطیب السندی، غلام محی الدین السیوستانی، مخدوم عبدالواحد السیوستانی، مخدوم محمد ہاشم التتوی، مولانا محمد حیات سندی، مولانا محمد عابد سندی، مولانا جعفر بوبکانی، مولانا محمد راشد

سکری، مخدوم محمد شفیع، مخدوم عبداللطیف التتوی، اور بہت سے ایسے علماء اور مصنفین صوبہ سندھ میں پیدا ہوئے جن کے علمی کارنامے فراموش نہیں کئے جا سکتے۔

ہماری موجودہ چودہویں صدی میں بھی مولانا احسان اللہ، مولانا عبدالقادر، مولانا محمد شفیع، مولانا عبدالرحیم، مولانا عبدالباقی اور ان کے علاوہ بہت سے ایسے جلیل القدر علماء زمین سندھ سے اُٹھے جن کی علمی حیثیت اور تعلیمی مساعی کا تذکرہ ہماری جدید تاریخ علم و دانش کا زرّیں باب ہے۔

یہ علمائے کرام علم کے ساتھ ساتھ عمل کے بھی بہترین نمونے تھے، انھوں نے اپنے اخلاق کریمانہ اور اخلاص قلبی کی وجہ سے عامۃ المسلمین کو دین کی طرف راغب رکھا، اور غیر مسلموں کو اپنی نیکی سے متاثر کرکے ایمان لانے پر مائل کیا۔ ان میں سے اکثر عربی زبان کے اچھے ادیب اور علم حدیث کے بہترین عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مبلغ، مجاہد اور صاحبِ دل مرشد کامل بھی تھے جن کے گرد طلباء و مسترشدین کا ایک گروہ رہتا تھا۔

تیرہویں صدی ہجری میں جب انگریزوں کا سندھ پر پوری طرح تسلط ہو گیا تو سندھ کی علمی زندگی کو بھی شدید صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام ونشاں کب تک
چراغ کشتۂ محفل سے اُٹھے گا دھواں کب تک

لیکن لائق صد آفرین ہے اُن چند علماء و مشائخ کی ہمت مردانہ کہ ان ناگفتہ بہ حالات میں بھی انہوں نے تعلیم و تعلم اور رشد و ہدایت کے چراغ کو کسی نہ کسی طرح روشن رکھنے کی اپنی بساط بھر پوری سعی کی، جابجا چھوٹے بڑے مدارس جاری رکھے۔ دَورِ فلک انھیں میٹتا رہا، حکومتِ وقت اُن سے نہ صرف سرد مہری کا برتاؤ کرتی رہی بلکہ اُن پر طرح طرح کے الزامات عاید کرکے اُن کے ختم کرنے کے لئے کوشاں رہی۔ مگر یہ اللہ کے بندے یہی کہتے رہے کہ ؎

پے علم چوں شمع باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو امید بندھی تھی کہ اب شاید اِن کے اچھے دن آئیں گے لیکن نامراد سیاست کے ہنگاموں اور وطنیت و صوبائیت کی تنگ ظرفیوں نے کچھ اور مشکلات

پیدا کر دیں، دماغوں میں قدیم وجدید اور دین و شکم کے مابین ایسی کش مکش پیدا ہوئی اور ہو رہی ہے کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

کئی سال ہوئے کہ مجھے صوبہ سندھ کے قدیم خانوادوں، مدارس اور خانقاہوں میں جا کر بعض قدیم کتب خانوں اور علمی ذخیروں کے دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے تین ہفتے اس میں صرف کئے۔ بہت سے اہلِ علم سے ملا، بہت سے مدرسے دیکھے، متعدد خانقاہوں میں پہنچا، اور ہر جگہ کے ذخیرۂ مخطوطات کو خصوصیت کے ساتھ دیکھا۔ میں نے اس سیر میں چھوٹے بڑے ۷ کتب خانے دیکھے، ان میں سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ نوادر موجود ہیں۔ بعض کتب خانے بڑی اچھی حالت میں ہیں، بعض بے توجہی کا شکار ہیں اور برباد ہو رہے ہیں۔ میں نے جتنے کتب خانے دیکھے اُن میں مخطوطات کا سب سے بڑا ذخیرہ کتب خانہ ہمایوں شریف میں ہے۔ اس کتب خانہ کا مختصر حال پیش کر رہا ہوں۔

ہمایوں شریف ہمایوں شریف ایک چھوٹا سا دیہات ہے جو شکارپور ضلع سکھر سے صرف تیرہ میل پر واقع ہے، یہ اُس شاہ راہ پر ہے جو سکھر سے شکارپور، جیکب آباد اور سبّی سے ہوتی ہوئی کوئٹہ اور چمن کو جاتی ہے۔ شاہ راہ سے ایک طرف گاؤں کی آبادی ہے اور دوسری طرف کسی قدر فاصلہ پر ریلوے اسٹیشن ہے۔ اسٹیشن کا نام ہمایوں ہے۔ اس اسٹیشن پر مسافر گاڑیاں ٹھہرتی ہیں، میل ٹرین نہیں ٹھہرتی، یہاں سے جیکب آباد صرف تیرہ میل رہ جاتا ہے۔ اس طرح ہمایوں شریف شکارپور اور جیکب آباد کے ٹھیک وسط میں واقع ہے۔

اسٹیشن سے گاؤں کا فاصلہ ڈیڑھ دو میل سے زیادہ نہیں ہے لیکن میں جب وہاں گیا تھا اُس رات کو بارش ہو چکی تھی اس لئے صبح کے وقت اسٹیشن سے گاؤں تک کا یہ ذرا سا فاصلہ بھی کیچڑ اور پانی کی وجہ سے بڑی مشکلوں کے ساتھ طے کرنا پڑا۔ ورنہ اسٹیشن سے پیدل چل کر ہمایوں شریف میں پہنچنا کوئی مشکل مہم نہیں ہے۔

ہمایوں شریف میں سلسلۂ قادریہ کی ایک خانقاہ ہے، خانقاہ کے ساتھ ایک ابتدائی مدرسہ ہے، اور سنہ ۱۲۵۳ ہجری کی تعمیر کردہ ایک بہت ہی عالیشان مسجد ہے جو اب نہایت بوسیدہ حالت میں ہے۔

سندھ میں جو خانقاہیں ہیں وہ زیادہ تر سلسلۂ نقشبندیہ کی ہیں، چشتیہ کی کم، سہروردیہ کی اُن سے بھی کم، اور سلسلۂ قادریہ کی شاید یہی ایک خانقاہ ہو۔ میں نے سندھ میں سلسلۂ قادریہ کی کسی دوسری خانقاہ کا ذکر نہیں سنا۔ ممکن ہے کوئی ہو جس کا مجھے علم نہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگ جو سندھ میں ہوئے اُن میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ المتوفی ۱۰۱۲ھ کے متوسلین بھی تھے۔ اگرچہ زیادہ لوگ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی المتوفی ۱۰۳۴ھ کے سلسلۂ مجددیہ سے وابستہ ہیں کیوں کہ حضرت مجدد کی اولاد امجاد کی ایک شاخ سندھ میں ایک مدت سے اقامت پذیر ہے۔ لیکن بعض خانقاہیں اولاد مجدد کے سندھ میں ورود سے پہلے ہی قائم ہو چکی تھیں۔

بہرحال جہاں تک مجھے معلوم ہے صوبۂ سندھ میں سلسلۂ قادریہ کی یہی ایک خانقاہ ہے جو ہمایوں شریف میں واقع ہے۔ یہ خانقاہ کب سے قائم ہے اس کا کوئی صحیح علم مجھے حاصل نہیں ہو سکا۔ بیان کیا گیا کہ ۱۲۵۳ھ میں مسجد کی تعمیر سے بہت پہلے ہی سے یہ خانقاہ موجود تھی اور مسجد کے ساتھ اس کی تعمیرِ نو ہوئی ہے۔ مسجد میں چونکہ کتبہ لگا ہوا ہے۔ اس لئے اس کی تعمیر کا سال متعین ہے۔ کتبہ کی عبارت سے خانقاہ کی تعمیر کا کوئی حال نہیں ملتا، اس لئے ممکن ہے بیان مندرجہ بالا صحیح ہو، اور خانقاہ کے لئے ۱۲۵۳ھ میں مسجد نو تعمیر کی گئی ہو۔

کتب خانہ خانقاہ کے ساتھ جو کتب خانہ ہے اس میں عربی، فارسی اور اُردو کی تقریباً پانچ ہزار کتابیں ہیں، اُردو کی کم اور عربی کی زیادہ۔ ان میں سے تقریباً ایک ہزار کتابیں قلمی ہیں۔ اور باقی مطبوعۂ ہندو مصر۔ مطبوعات میں بہت سی قدیم اور نادر ہیں جن کا اب میسر آنا آسان نہیں ہے۔ اور مخطوطات میں نوادرِ کتب کے علاوہ خطاطی اور قدامتِ تحریر کے اعتبار سے بعض بہت ہی انمول نسخے یہاں موجود ہیں۔

یہ کتب خانہ اچھی حالت میں نہیں ہے۔ دیواروں میں چوبی تختے لگے ہوئے ہیں اور ان پر یہ نادر کتب خانہ گرد و غبار سے اَٹا ہوا پڑا ہے۔ بعض کتابوں کو سیل سے اور بعض کو کیڑوں سے نقصان پہنچ چکا ہے اور باقی کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

چونکہ اس کتب خانہ کی کوئی فہرست نہیں ہے۔ اس لئے یقینی طور پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ اس گرد و غبار میں کیا کیا جواہر پارے پوشیدہ ہیں۔ میں نے بہت سا وقت اس پر صرف کیا، کتابوں کو نکال

کر اور جھاڑ پونچھ کر دیکھتا رہا، لیکن بہر حال میں جو کچھ دیکھ سکا وہ اُس کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑا ہے جو نہ دیکھ سکا۔

اس کتب خانہ کی ابتدا یوں ہوئی کہ تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں خانقاہ قادریہ کے مرشد حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ہمایونی تھے۔ یہ بزرگ اپنے عہد کے بہت بڑے فقیہ اور ادیب تھے، یہ فارسی زبان کے قادرالکلام شاعر بھی تھے، اور اچھے خوشنویس بھی، انھوں نے اپنے لئے ایک گراں قدر کتب خانہ قلمی اور مطبوعہ کتابوں کا جمع کیا۔ ۱۳۰۶ ہجری میں مولانا عبدالغفور کا انتقال ہوا، تو یہ کتب خانہ سجادہ نشینی کے ساتھ اُن کے فاضل نواسے مولانا عبدالباقی ہمایونی کے قبضہ میں آیا۔ مولانا عبدالباقی اپنے بزرگ نانا کے حقیقی جانشین تھے۔ علم و فضل اور زہد و اتقاء کے ساتھ ساتھ ذوقِ سلیم بھی انھیں وراثت میں ملا تھا۔ انھوں نے اپنے زمانہ میں اس کتب خانہ کو بہت بڑھایا اور بڑے گراں قدر اضافے کئے۔ کتابیں خریدیں، نقلیں حاصل کیں اور بعض کتابیں خود نقل کر کے اس میں رکھیں۔

مولانا عبدالباقی ہمایونی مرحوم کا انتقال ۲۴ محرم ۱۳۸۲ھ کو بمقام کوئٹہ ہوا، جہاں سے اُن کا جنازہ ہمایوں شریف لاکر خانقاہ میں دفن کیا گیا۔

اب اس خانقاہ کے سجادہ نشین اور اس کتب خانہ کے مالک مولانا عبدالباقی کے بڑے صاحب زادے مولانا عبدالباری ہیں۔ مولانا عبدالباری تعلیم یافتہ اور خوش اخلاق بزرگ ہیں۔ میں نے اُن کو کتب خانہ کی درستگی اور فہرست کی تیاری کی طرف توجہ دلائی تو اُنھوں نے اصلاح حال کا وعدہ کیا۔ مگر فہرست کی تیاری کے بارے میں اُنھوں نے فرمایا کہ خود انھیں فرصت نہیں ملتی، اور کوئی دوسرا صاحبِ علم اُن کے پاس نہیں جو فہرست کی تیاری کا کام کر سکے۔

کتب خانہ میں جو قلمی ذخیرہ ہے اس کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ مخطوطات میں زیادہ تر عربی کتابیں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ فن تفسیر اور حدیث و رجال کے متعلق ہیں، اور جو فارسی کتابیں ہیں، ان میں زیادہ تر تصوّف، اور طب کی ہیں ، ان کے علاوہ فارسی شعراء کے دواوین کا بھی بہت اچھا ذخیرہ موجود ہے۔

فنِ تفسیر کی کتابوں میں :

۱۔ تفسیر دینوری، مصنف ابو محمد عبداللہ بن المبارک الدینوری المتوفی ۱۸۱ھ کا ایک حصہ۔

۲ - حاشیۃ القونوی علی البیضاوی، محی الدین محمد القونوی المتوفی ۹۵۱ھ کی ایک جلد۔

۳ - حاشیۃ السیالکوتی علی البیضاوی ۔ ملا عبد الحکیم السیالکوتی المتوفی ۱۰۶۷ھ۔

۴ - المہذب ، جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

۵ - نزھۃ الاعین ، ابو الفرج ابن الجوزی المتوفی ۵۹۵ھ

۶ - تفسیر بحر مواج (فارسی) شہاب الدین احمد بن عمر دولت آبادی المتوفی ۸۴۹ھ

۷ - تفسیر زاہدی (فارسی) ابو نصر احمد بن حسن الزاہدی المتوفی ۶۵۸ھ

۸ - تفسیر سورۂ فاتحہ - ملا معین الدین الفراہی المتوفی ۹۰۷ھ

۹ - تفسیر بیضاوی ۔ ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ نہایت عمدہ اور قدیم نسخہ۔

۱۰ - معالم التنزیل ۔ حسین بن الفرا البغوی المتوفی ۵۱۶ھ، کرم خوردہ قدیم نسخہ ۔

فن حدیث کی قلمی کتابوں میں متداول مجموعہ ہائے حدیث میں سے بعض کے قابل قدر قلمی نسخوں کے علاوہ :

۱ - الاحکام الکبری ، عبد الحق الاشبیلی المتوفی ۵۸۲ھ ۔

۲ - البدر المنیر ، عبد الوہاب الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ ۔

۳ - جواہر الاصول ، ابو الفیض محمد بن محمد بن علی الفارسی ۔

۴ - زوائد ، ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ ۔

۵ - شرعۃ الاسلام ، ولی الدین الخطیب المتوفی بعد ۷۳۰ھ ۔

۶ - صحیح مسلم ، مسلم بن الحجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ ، نہایت قدیم اور خوش خط ۔

۷ - الطب الاحمدی ، احمد بن صالح البحرانی المتوفی ۱۱۲۴ھ ۔

۸ - الکوکب المنیر ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمان العلقمی المتوفی ۹۲۹ھ ، صرف ایک جلد ۔

۹ - المعجم الصغیر ، ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ ۔

کے قلمی نسخے بعض اچھی حالت میں اور بعض آب رسیدہ ملے ۔

فن رجال کی کتابوں میں ذہبی کی مشہور کتاب تذکرۃ الحفاظ کی ایک جلد قدیم الخط نظر آئی ، اور المزی کی تہذیب الکمال فی اسماء الرجال کی جلد سوم دکھائی دی ، جو کسی قدر کرم خوردہ ہے ۔

تصوف کی کوئی عربی کتاب قلمی تو میں نہ دیکھ سکا۔ لیکن فارسی قلمی کتابیں بہت سی نظر آئیں، ان میں زیادہ تر صوفیائے کرام کی بیاضیں ہیں۔ اور کچھ مکاتیب ارشاد و ہدایت کے مجموعے۔ ان کے علاوہ:

۱۔ ثمراتِ مکیہ، محمد رفیع الدین بن شمس الدین۔ مصنفہ ۱۱۹۸ھ۔

۲۔ راحۃ الانفاس، محمد رفیع الدین بن شمس الدین۔ مصنفہ ۱۱۹۵ھ۔

۳۔ رسالۂ یداللہ۔ ابوالحسن قادری (تیرہویں صدی)۔

۴۔ رسالۂ سلوک قادریہ۔ محمد رفیع الدین بن شمس الدین۔

۵۔ رسالۂ عینیہ۔ امام ابوحامد الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ۔

۶۔ روضۃ الشہداء۔ ملا واعظ کاشفی المتوفی ۹۱۱ھ۔

۷۔ شجرات قادریہ۔ عظیم الدین (تیرہویں صدی)۔

شعرائے فارسی کے بہت سے دواوین ہیں۔ اور خود مولانا عبدالغفور ہمایونی بانی کتب خانہ کا ایک مجموعۂ اشعار بھی یہاں موجود ہے لیکن خود اُن کے قلم کی تحریر نہیں ہے بلکہ اُن کے کسی شاگرد نے لکھا ہے۔

فنِ طب کے فارسی مخطوطات میں زیادہ تر اطباء کی بیاضیں ہیں جن میں ان کے اپنے اور خاندانی مجربات درج ہیں۔ اور بعض رسائل طبیہ، مثلاً:

۱۔ فوائد معدہ، حکیم راضی خان۔ ۲۔ رسالۂ ادویہ قلبیہ، حکیم احمد اللہ خان۔

۳۔ رسالۂ چوب چینی، حکیم شفائی خان، وغیرہ کے اچھے نسخے یہاں دکھائی دیئے۔

مجھے نہیں معلوم کہ اب یہ کتب خانہ کس حال میں ہے، اور پچھلے دو تین سال میں اس کا کیا حال ہُوا۔ امید ہے کہ مولانا عبدالباری صاحب نے اس کی حفاظت کا نظم تو کر لیا ہوگا۔ اور انشاءاللہ یہ کتب خانہ مامون و محفوظ ہوگا۔ لیکن فہرست شاید اب تک نہ تیار ہو سکی ہو ـــ میں نے جب اسے دیکھا تھا، اس وقت یہ کتابیں کسی فنواری ترتیب سے رکھی ہوئی نہ تھیں اور کسی قسم کی فہرست بھی نہ تھی۔

سندھ میں نہ جانے کتنے ہی نادر ذخیرے قدیم خانوادوں میں پڑے ہوئے برباد ہو رہے ہیں۔ ان کی حفاظت اور ان سے استفادہ کے لئے کیا انتظامات کئے جائیں، یہ صوبائی اور مرکزی حکومتوں کے علاوہ دوسرے حضرات کے بھی سوچنے اور فکر کرنے کی بات ہے۔